OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Print): 2710-2475
ISSN (online): 2710-3692
www.alsharqir.com

Al-SHARQ
Vol.: 02, Issue: 2, July - Dec 2021, PP: 01 - 20

جمع وتدوین قرآن کے اسباب و محرکات پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

A Review Study on Objections of Orientalists about Causes & Motives of Compiling of the Qur'ān

Asia Mukhtar
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies,
The University of Lahore, Lahore

Badshah Khan
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies,
The University of Lahore, Lahore

Abstract

The Holy Quran is the last Book of Allah.Its teaching serves as a blessing and guidance for the whole mankind. It provides a complete code of life for the human being . Allah has granted its safety, The Holy Prophet (SAW) and His companions also made every effort to safeguard its but the adversaries of Islam have been trying to find faults to create doubts among Muslims. The orientalists are non-Muslim Scholars who concentrated on the Holy Quran on the basis of fake and false, in orde to prove that it was not revealed on the Holy Prophet (SAW).They are trying to create hate in the hearts and minds of Muslims and Non- believers.The Orientalists tried to prove that transcript of Quran has been changed in the region of Khilafah. This aritcle discusses their viewpoints and process of safegurading the Quran in the time period of Holy Prophet(SAW) and after that in the region of Khilafah in detail.

Key Words*:* *granted, adversaries, orientalists, concentrated, reveled*

تمہید:

قرآن مجید اللہ کی آخری، جامع اور مکمل کتاب ہے جو انسانیت کی ہدایت کے لیے نبی آخری الزمان پر جبرائیل کے ذریعے نازل ہوئی۔ اس پیغام کے اصول و ضوابط مکمل الٰہی پیغام پر مبنی ہیں۔ یہ ناگزیر تقاضا تھا کہ اس کا خطاب تمام انسانیت کی طرف ہو۔ اس لیے اس کی حفاظت کا خصوصی انتظام اللہ نے خود لیا اور قرآن میں فرمایا:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"[1]

"ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

CC BY

قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری چونکہ اللہ نے لی اس لیے اس میں کسی قسم کا ردو بدل ممکن نہیں ہے۔ جمال الدین قاسمی نے اس آیت کی تفسیر ان لفاظ میں کی کہ "اللہ نے فرمایا اس قرآن کو بغاوت و سر کش چالوں سے محفوظ رکھنے کے ذمہ دار ہم خود ہی ہیں پس اس کا ذکر اندھیروں کو منور کرتا رہے گا، اس کی ہدایت کا دریا ہمیشہ بہتا رہے گا اور اس کی حقانیت آفاق میں پھیلتی رہے گی"[2]

محمد علی صابونی نے بھی اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی کہ اللہ فرماتا ہے "ہم اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں ہم اس کو زیادتی، کمی اور تغیر و تبدل سے بچانے والے ہیں"[3]

قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی بلکہ قرآن کو کسی قسم کی غلطی اور تغیر و تبدل سے محفوظ رکھنے کا اعلان بھی فرمایا:

"لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ"[4]

"اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (رب) کی اتاری ہوئی ہے۔"

مسلمانوں نے قرآن مجید کی حفاظت کے لیے ان تمام اسباب سے کام لیا جن کی بنیاد پر قرآن ساڑھے چودہ سو سال گزر نے کے باوجود آج بھی نا صرف صحیفوں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام نے بھی خدمات سر انجام دیں۔ علماء دین نے جمع تدوین قرآن کے سلسلے میں مستشرقین کے اعتزازات کا جواب بھی دیا۔ اس مقالہ میں جمع تدوین قرآن کے اسباب و محرکات پر روشنی ڈالی گئی کہ وہ کون سی وجوہات بنی جن کی وجہ سے قرآن کو مصحف کی شکل دی گئی۔ اس کے ساتھ مستشرقین نے چند غیر معتبر روایات کے ذریعے اعتزازات لگائے کہ قرآن محرف ہے اصلی نہیں اس سے وہ یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ قرآن عہد نبوی میں جمع نہیں ہوا، ان کے دلائل کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں بیانیہ اور تاریخی طریقہ تحقیق استعمال کیا گیا اس کے ساتھ تقابلی طریقہ تحقیق بھی اختیار کیا گیا اور اس موضوع پر قرآن و حدیث اور روایات صحابہ سے مدد لی گئی ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ:

سابقہ کام کے جائزہ سے معلوم ہوا ہے کہ 1989ء میں پنجاب یونیورسٹی میں "تدوین قرآن پر مستشرقین کے اعتزازات کا محققانہ جائزہ" پر مقالہ پی ایچ ڈی سطح پر لکھا گیا جس میں مشرقین کے اعتزازات پر بحث کی گئی۔ 2002ء میں "ترتیب قرآن مجید اور مستشرقین" پر مقالہ ایم اے کی سطح پر لکھا گیا جس میں قرآن کی ترتیب کے بارے میں اعتراضات پر بحث کی گئی ہے۔ مقالہ ھذا میں "تدوین قرآن کے اسباب و محرکات اور مستشرقین کے اعتزازات" پر بحث کی گئی ہے کہ کن وجوہات کی بنا پر تدوین قرآن کا معاملہ پیش آیا۔

عہد نبوی ﷺ

عہد نبوی میں قرآن کی حفاظت بذریعہ حفظ اور کتابت دونوں طریقوں سے ہوتی رہی۔ قرآن کریم پہلی کتابوں پر مہیمن ہے یہی وجہ ہے نزول کے اعتبار سے اس کی حیثیت مصحف موسوی جیسی نہ تھی کہ ایک مرتبہ قرآن الواح کی شکل میں

نبی کو دے دیا جاتا۔ بلکہ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور قرآن کے نزول کا اختتام نبی کریم ﷺ کی رحلت تک جاری رہا۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس موجود تھی اس لیے نزول وحی اور نسخ کا امکان موجود تھا اس لیے قرآن کو ایک مصحف میں مدون نہ کیا گیا۔ عہد نبوی میں قرآن کریم کی حفاظت حفظ اور تحریر دونوں صورتوں میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آخری کتاب کی حفاظت کے لیے ایسی قوم کا انتخاب کیا جو قوت حافظہ میں لاجواب تھی جو ایک ہی بار میں سینکڑوں اشعار اور قصیدہ سنتی تو پورا قصیدہ دل و دماغ میں نقش کر لیتی۔ سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کے پورے اجزاء کو سینوں میں محفوظ۔ امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "القراءات" میں قاری صحابہ کے اسماء کا ذکر کیا ہے اور انہوں نے کافی صحابہ کے نام لکھے ہیں۔[5]

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے کاتبین وحی کی ایک جماعت بھی تیار کی تھی جن میں حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاویہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے جب کوئی وحی نازل ہوتی تو نبی کریم ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور وحی لکھواتے تھے۔[6]

بعض صحابہ کے پاس اپنے طور پر لکھا ہوا قرآن بھی موجود تھا "ان صحابہ میں حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔[7] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ نے ہمیں دشمن کے علاقے میں قرآن لے جانے سے منع فرمایا"[8]

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں قرآن لکھا ہوا بھی موجود تھا اور حفاظ کے سینوں میں بھی موجود تھا۔

عہد صدیقی:

نبی کریم ﷺ نے خود اپنی نگرانی میں قرآن مجید لکھوایا اور اس کو اپنے گھر میں محفوظ بھی رکھا مگر یہ آیات اور سورتوں کی صورت میں یکجا نہیں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلی شخصیت اور خلیفہ ہیں جنہوں نے قرآن کو نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق صحیفوں میں جمع کرایا۔

حارث محاسبی قرآن کو عہد صدیقی میں لکھنے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ عہد صدیقی میں قرآن کریم کا لکھنا کوئی نیا کام نہ تھا بلکہ قرآن کی تمام سورتوں کو ایک ہی تختی اور سائز میں لکھوا کر ایک جلد میں مجلد کیا گیا۔ آپ ﷺ کے عہد میں آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق اس کو پارچوں اور شانے کی ہڈیوں وغیرہ پر تحریر کیا اور یہ تحریری طور پر متفرق ورقوں پر موجود تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو یکجا کیا گویا کہ یہ ایسا ہوا کہ قرآن کے اوراق جو نبی کریم ﷺ کے حجرہ مبارک میں منتشر تھے ان کو جمع کرنے اور ایک ڈورے میں باندھنے کا کام تھا تاکہ ان میں سے کوئی شے ضائع نہ ہو جائے۔[9]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن مجید کو پہلی بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمع کیا حافظ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں حضرت علی کا قول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ قرآن کریم کو جمع کیا یعنی ضبط تحریر میں لائے اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ سے مروی یہ روایت ملتی ہے کہ مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ مت تحریر کرو بظاہر ان دو اقوال میں تعارض دکھائی دے رہا ہے مگر حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ٹھہرتی ہیں کیونکہ

عہد نبوی میں اگرچہ قرآن کریم مکمل طور پر لکھا ہوا تھا لیکن کسی ایک جگہ جمع نہیں تھا اور نہ سورتیں مرتب تھیں اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک جگہ جمع یعنی مدون کر دیا۔ [10]

عہد صدیقی میں قرآن شانہ کی ہڈیوں، کھجور کی شاخ کی ڈنٹھلوں، پتھر کی تختیوں اور چمڑے پر لکھا ہوا موجود تھا اور قرآن جن ٹکڑوں پر موجود تھا ان میں منسوخ شدہ آیات و سورہ بھی موجود تھیں۔

عہد صدیقی میں تدوین قرآن کے اسباب:

نبی کریم ﷺ کے آخری ایام میں عرب کے مختلف علاقوں میں ارتداد کا فتنہ نمودار ہو چکا تھا آپ ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لیے صحابہ کرام کی سرکردگی میں مہمات روانہ کی۔ یہ ارتداد کا فتنہ عہد ابو بکر میں بہت زیادہ بڑھ گیا علامہ بدر الدین عینی اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں:

"تقول: لما توفى رسول الله ﷺ ارتدات العرب و اشرابت اليهودية و النصرانية و عم النفاق و صار المسلمون كالغنم المطيرة في الليلة الشاتية لفقد نبيهم حتى جمعهم الله على أبي بكر فلقد نزل بأبي ما لو نزل بالجبال الراسيات لهاضها"[11]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کی وفات ہوئی تو عرب مرتد ہونے لگے۔ یہود و نصاری سر اٹھانے لگے اور منافقت عام ہو گئی۔ تمام مسلمان بارش میں بھیگی ہوئی بکریوں کی مانند تھے کیونکہ نبی ﷺ ان میں نہ تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ان کو جمع کیا۔ میرے والد پر اتنے مصائب آئے کہ اگر اتنے مصائب پہاڑوں پر پڑتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بہت سے معرکے رونما ہوئے لیکن ان تمام معرکوں کی نسبت سخت معرکہ یمامہ (12ھ میں) کا پیش آیا۔ اس معرکہ میں مد مقابل جھوٹے نبوت کے دعویدار تھے اور ان کا سربراہ مسلمہ بن کذاب تھا اس معرکہ میں ستر (70) کے لگ بھگ قراء صحابہ شہید ہوگے۔ علامہ زرکشی کے ایک قول کے مطابق گیارہ سو اور ایک دوسرے قول کے مطابق چودہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں ستر افراد وہ تھے جو عامل قرآن تھے:

"وقتل فيها من المسلمين ألف و مائة و قيل ألف و أربع مائة منهم سبعون جمعوا القرآن من الرقاع، والأكتاف والعسب"[12]

"اس میں تقریباً گیارہ سو (100) مسلمان مارے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ہزار چار سو (1400) مسلمان مارے گئے۔ ستر وہ تھے جنہوں نے قرآن کریم کھال کے ٹکڑوں، اونٹ کے شانے کی ہڈی اور کھجور کی چھال پر جمع کیا"

اس طرح خطرہ پیدا ہوا کہ اگر صحابہ کا قتل ہوتا رہا تو قرآن کریم ضائع ہو جائے گا جبکہ قرآن کا مکمل طور پر خالص متن مدون شکل میں موجود نہ تھا اس اہم مسئلہ کی طرف خلیفۃ المسلمین کی توجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کروائی کہ اگر کبار صحابہ کرام میں سے تمام حفاظ و قراء رحلت فرما جاتے ہیں تو قرآن کریم کی آیات و سورہ کو خاص ترتیب کے ساتھ اور عرصہ اخیرہ کے مطابق مدون کرنا ایک مشکل امر ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ شیخین کے پیش نظر یہ بات بھی تھی کہ ان ٹکڑوں کو اکٹھا کر

کے لکھ لیا جائے۔

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حفاظت قرآن کے بارے میں فکر مند ہوئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے درمیان ہونے ولی گفتگو کو بخاری شریف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے:

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیق نے فرمایا جناب فاروق میرے یہاں آئے اور کہا "جنگ یمامہ میں کثیر حفاظ قرآن شہادت پا گئے ہیں، اگر حفاظ قرآن کی شہادت کا یہی عالم رہا تو قرآن کا کافی حصہ ضائع ہو جانے کا خدشہ ہے اس لیے قرآن کو یکجا کر لینا چاہیے" میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا" ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ عمر نے کہا" بخدا یہ بہتر کام ہے" عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے بار بار مطالبہ کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں مجھے شرح صدر سے نوازا۔ حضرت عمر فاروق نے کہا آپ ایک دانشمند نوجوان ہیں ہمیں آپ پر کوئی بد گمانی نہیں آپ عہد رسالت میں کاتب وحی رہ چکے ہیں اس لئے قرآن کو ہوش کرکے جمع کیجئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ " بخدا اگر جناب صدیق مجھے کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کا حکم دیتے تو وہ میرے لئے اس ذمہ داری کی نسبت آسان تر ہوتا میں نے کہا آخر آپ ایسا کام کیونکر کریں گے جو آنحضور ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا یہ بہتر ہے پھر وہ مجھ سے بار بار یہ بات کہتے رہے حتیٰ کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی طرح مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں شرح صدر سے نوازا میں نے قرآن کو پتھر کی باریک سلوں، کھجوروں کی ٹہنیوں اور آدمیوں کے سینوں سے تلاش کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ سورۃ توبہ کا آخری حصہ مجھے ابو خذیمہ رضی اللہ عنہ انصاری کے پاس سے ملا، اور کسی اور سے نہ مل سکا وہ آیت تھی "لقد جاءكم رسول من أنفسكم" سورۃ توبہ کے آخر تک، میرے تحریر کردہ صحیفے حضرت ابو بکر کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے ان کی شہادت کے بعد یہ صحیفے حضرت اُم حفصہ رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آ گئے"[13]

حضرت زید بن ثابت نے ابتداء میں جمع تدوین قرآن کی ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ انکار کی وجہ آپ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ و ورع تھی کیونکہ اس مقدس کتاب کو آئندہ قیامت کے لیے نسخہ رہنمائی رہنا تھا، غلطی کا اندیشہ ہو سکتا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرکت کا تقاضہ کیا گیا۔ روایت میں آتا ہے:

"قال زيد : فقلت : يا خليفة (أبو بكر) رسول الله لو اجتمعت أنا و عمر جميعاً، فقال أبو بكر لعمر : فقال : نعم"[14]

"حضرت زید نے فرمایا: اے رسول اللہ کے خلیفہ اگر میں اور عمر اس کام کو اکٹھے کریں، حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ عمر! میں نے عرض کیا: جی"

اسی طرح ایک دوسری روایت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو اور اس

کام میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مدد کرو

"قال أبو بكر : قم فكن مع زيد" [15]

"ابو بکر نے کہا: تم زید کے ساتھ ہو جاؤ"

اس کام کے لیے باہمی مشورہ سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے سربراہ حضرت زید بن ثابت کو منتخب کیا گیا ان کا انتخاب کرنے کی کچھ وجوہات تھیں۔

1۔ ان کا حافظہ بے مثال تھا۔

2۔ کسی بھی تحریف کے حوالے سے ان پر اعتماد کیا جاسکتا تھا۔

3-آخری رمضان المبارک میں جب جبرائیل نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن کے دورے کے لیے آئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس موجود تھے اور وہ جانتے تھے کہ کہاں قرآن کی ابتداء ہوئی اور کہاں اختتام ؟ متن قرآن کیا ہے ؟ تفسیری جملے کون سے ہیں ؟ وہ سب ان کو معلوم تھا۔[16]

حضرت ابو بکر نے جو کمیٹی بنائی تھی اس میں افراد کی تعداد تقریباً پچھتّر 75 تھی جن میں پچیس افراد قریشی تھے اور پچاس افراد انصاری تھے اس کے بارے میں احمد بن ابی یعقوب معروف ابن واضح کی روایت ہے کہ :

"قال عمر بن لخطاب لأبي بكر: يا خليفة رسول الله إن حملة القرآن قد قتل أكثرهم يوم اليمامة فلو جمعت القرآن فإني أخاف عليه أن يذهب حملته فقال أبو بكر: أفعل ما لم يفعله رسول الله ﷺ فلم يزل به عمر حتٰى جمعه و كتبه في مصحف و كان متفرقا في الجريد و غيرها، و اجلس خمسة و عشرين رجلاً من قريش و خمسين رجلاً من الأنصار"[17]

"حضرت عمر بن خطاب نے ابو بکر سے کہا: اے رسول اللہ کے خلیفہ حاملین قرآن میں سے اکثر یمامہ کے دن شہید ہو گئے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ اگر قرآن کو اکٹھا نہ کیا گیا تو ان کے جانے سے ہم قرآن سے محروم نہ ہو جائیں، حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا میں اس کام کو کیسے کر سکتا ہوں جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہاں تک کہ اس کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے پر اتفاق ہوا۔ وہاں پر پچیس قریش اور پچاس انصار بیٹھے ہوئے تھے۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چاہتے تو خود بھی کاتب سے قرآن لکھوا سکتے تھے لیکن انہوں نے دور اندیشی کا مظاہرہ کیا اور اس کام کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی اور ایک نوجوان کاتب وحی جس نے نبی کریم ﷺ سے خود قرآن سنا تھا کو اس کام کے لیے نامزد کیا اور اس کام کے لیے شہر میں اعلان کروایا کہ جس کے پاس کوئی قرآن کا نسخہ موجود ہے وہ لے آئے یا زبانی یاد ہو تو وہ " جامع قرآن " کو سنا دے :

"جعل مناد ينادى: يا أهل القرآن، فيجبون المنادى فرادى و مثنى" [18]

اس اعلان کی وجہ سے جس کسی کے پاس تحریر شدہ نسخہ قرآن کھجور کی شاخ کی ڈنٹھلوں یا اونٹ کے شانہ کی ہڈیوں پر لکھا

ہوا موجود تھا وہ اسے مسجد نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت کے پاس لے آیا:

"وجعل الناس ياتون بالقرآن، منهم من ياتي به في الصحيفة ومنهم من ياتي به في العسب حتى فرغنا من ذلك"[19]

اور حضرت ابو بکر نے حضرت عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے کہا کہ مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جائیے اور جو شخص دو گواہ پیش کرے تو اس حصے کو لکھ لیجیے[20]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گواہوں کی شرط اس لیے لگائی کہ کسی بھی قسم کا شک نہ رہے اور لوگ خود ساختہ نسخے نہ لے آئیں امام سخاوی اپنی کتاب "جمال القراء میں لکھتے ہیں:

"مقصد یہ تھا کہ دو گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ یہ آیات آنخضورﷺ کے سامنے تحریر کی گئی تھیں"[21]

قرآن کی تدوین کے لیے جو طریقہ اختیار کیا گیا اس میں لوگوں کے پاس موجود نسخہ جات کی حفظ اور کتابت دونوں ذرائع سے جانچ کی گئی تاکہ قرآن متواتر کے درجے تک پہنچ جائے اور کیسی بھی قسم کے نقص کی گنجائش نہ رہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پہلے کاتب وحی نہ تھے بلکہ ان سے پہلے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اس لیے ان کو بھی اس کام کے لیے خاص طور پر بلوایا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بارے میں بیان کرتے ہیں:

"فارسلت إلى أبي بن كعب فجاء فوجد نا مع أبي كتبا مثل ما وجدنا عند جميع الناس"[22]

ابی بن کعب کو تمام قراء قرآن کا سردار کہا گیا جن کے بارے میں آنخضورﷺ نے فرمایا "أقراكم أبي" یعنی صحابہ میں سے زیادہ اچھے قاری ابی ہیں، اس وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عام اعلان کروایا کہ جو قرآن کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہو تو ابی سے پوچھے کیونکہ ان سے زیادہ کوئی قرآن سے واقف نہیں۔

جمع وتدوین کے کام کرتے وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سورۃ برات کی آخری دو آیتیں نبی کریمﷺ کی لکھائی ہوئی یاداشتوں میں سے نہ ملی۔ یہ آیت صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے ملی۔ اب اسکے بارے میں دو گواہوں کی ضرورت تھی تو اس کے بارے میں حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ اس شرط سے مستثنیٰ تھے۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے ان آیات کو صرف ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ان کو اس آیات کے بارے میں علم تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے آپﷺ سے ان آیات کو سنا تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ آیات کس سورت کے متعلق ہیں۔ گواہ کی شرط پر سختی کے ساتھ عمل کیا گیا۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مصحف سے قرآن کی آیت "وهي صلاة العصر" جو کہ عہد نبوی میں منسوخ ہو چکی تھی کمیشن کے سامنے لائیں تو حضرت علی نے اس کو شامل کرنے سے انکار کر دیا اور گواہ مانگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بغیر شہادت ان کو قرآن میں نہیں لکھوں گا:

"قالت حفصة: إذا انتهيتم الى هذا الاية فاخبروني، فلما بلغوا اليها، قالت: "اكتبوا الصلوة الوسطى وهي صلاة العصر" فقال عمر أبوها: لك بينة بهذا؟ قالت لا، قال: فوالله لا ندخل في القرآن ما تشهد به إمراة بلا اقامة بينة"[23]

"حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جب وہ یہ آیت "الصلوة الوسطى وهي صلاة العصر" (صلوۃ الوسطی سے مراد عصر کی نماز) لکھنے کے لیے لے کر گئیں اور کہا کہ اسے لکھو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو ان کے والد تھے، کیا تمھارے پاس اس کا کوئی گواہ ہے؟آپ نے فرمایا نہیں، تو فرمایا اللہ کی قسم ہم اسے قرآن میں شامل نہیں کریں گئے جسے عورت بغیر گواہی کے بیان کرے۔"

قرآن کا نام رکھنے کے بارے میں روایت ہے کہ قرآن کی تدوین کا کام تقریباً ایک سال میں مکمل ہوا۔ جب قرآن کو جمع کرکے اوراق پر لکھ لیا گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس کا کوئی نام مقرر کیجئے" بعض صحابہ نے "السفر" پیغامات "تجویز کیا۔ آپ نے فرمایا یہ یہود کا تجویز کردہ نام ہے بعض نے "**المصحف**" نام رکھنے کی تجویز پیش کی یہ نام اس وقت حبشہ میں رائج تھا اسی پر اتفاق ہوا اور قرآن کریم کو "المصحف" کہا جانے لگا۔[24]

عہد نبوی میں قرآن ہڈیوں اور پتوں پر لکھا گیا لیکن قرآن کو لکھنے کے لیے عہد صدیقی میں قرطاس کا استعمال کیا گیا۔ عرب میں قرطاس سے مراد "ورق۔بردی" یا "پیپائرس" تھا عمارہ بن غزیہ سے روایت ہے وہ حضرت زید بن ثابت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کو جلد قسم کی اشیاء شانوں کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں کے ڈنٹھلوں پر لکھا جاتا تھا:

"عن عمارة بن غزية ..... عن زيد بن ثابت قال: فأمرني فكتبته في قطع الأدم و كسر الأكتاف والعسب" [25]

"زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ ابو بکر صدیق نے حکم دیا کہ قرآن چمڑے کے ٹکڑوں، شانوں کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں کے ڈنٹھلوں پر لکھا ہوا ہے۔"

لیکن بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد صدیق میں قرآن کریم قراطیس پر لکھا گیا:

"عن خارجة أن أبا بكر الصديق رضى الله عنه كان جمع القرآن في قراطيس"[26]

"حضرت ابو بکر کے دور میں قرآن قراطیس پر لکھا گیا"

حضرت ابو بکر صدیق نے قرآن کو ایک جلد میں جمع کیا لیکن دوسروں کو اس کی جلد بندی کی تقلید کرنے پر مجبور نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ اس وقت لوگوں نے اپنی انفرادی مرضی کے مطابق سورتوں اور آیات کی جلد بندی کروائی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صحیفوں میں قرآن جمع کیا گیا وہ پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے، جب آپ نے وفات پائی تو خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی حفاظت کرتے رہے، آپ کی شہادت کے بعد یہ صحیفے خلیفہ ثالث کے پاس نہیں آئے بلکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ بنت عمر رضی اللہ عنہ کی تحویل میں رہے حضرت حفصہ کی وفات کے بعد مروان بن حکم نے اس اپنے پاس منگوا کر جلا دیا۔[27]

عہد عثمانی میں جمع تدوین قرآن:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ مصحف پہلے ان کے پاس رہا اور اس کے بعد خلیفہ دوم کے پاس رہا ان کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ چونکہ اس وقت نامور قراء کرام موجود تھے اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس نہ

کی گئی کہ اس مصحف کی مزید کاپیاں بنا کر دوسرے علاقوں کو ارسال کی جائیں۔

فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو اسلامی مملکت کی حدود بڑھی اور عجمی لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ چونکہ یہ لوگ عربی نہ تھے اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا تھا اسی وجہ سے لب لہجہ کا اختلاف ایک فطری عمل تھا اس کے علاوہ ایک ملک میں رہنے والے ایک ہی زبان بولنے والوں کے درمیان الفاظ اور محاورات کا اختلاف پایا جاتا ہے اس لیے ان کے لہجوں میں بھی اختلاف تھا ان اختلافات کا نتیجہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کی شکل میں رونما ہونے لگا وہ ایک دوسرے کے خلاف فتوے صادر کرنے لگے ۔اس موقع پر صحابہ کرام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توجہ اس طرف مبذول کروائی اور ان سے امت کا شیرازہ بکھرنے اور تحریف قرآن کا اندیشہ ظاہر کیا ۔ حضرت عثمان غنی نے اس انتشار اور تباہی سے بچاؤ کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے صحیفہ ابی بکر منگوایا اور قرآن کو قریش کے لہجہ میں لکھوایا۔

حجاز، یمن، نجد کے مختلف قبائل، قریش، بنی تمیم اور قحطانی قبائل کے اندر اس قسم کے لسانی اختلاف پائے گئے۔ابن قتیبہ نے لب لہجہ کے قبائلی اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی جن کی ساری زندگی قریش میں بلکہ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں گزری، اور خود نبی کریم ﷺ نے ان کو قرآن پڑھایا تھا، لیکن چونکہ نسلاً واصلاً وہ ہذلی تھے اس لیے "حتی" کے تلفظ کو اپنی آخری عمر تک "عتی" پڑھتے رہے ۔

"فالهذلي يقرء عتى عين والأسدى يقرء يعلمون بكسر والتميمى يهمل والقريشي لايهمل"[28]

"ہذلی یعنی بنی ہذیل کے قبیلہ والے (حتیٰ حین) کو عتی عین پڑھتے ہیں"

حضرت عثمان کے دور خلافت میں جب اسلام جزیرہ العرب سے نکل کر ایران وخراسان، روم اور شام تک پہنچ گیا تو عجمی لوگوں کو یہ علم نہ تھا کہ قرآن حروف سبعہ میں نازل ہوا ہے ۔عربی اور عجمی لوگوں کے درمیان تلفظ کی صحت کے بارے میں اختلاف ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عہد صدیقی میں تیار نسخہ منگوا کر صحابہ کرام کے مشورے سے اس کو حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے تلفظ اور لہجہ کے مطابق لکھوا کر اس کی کاپیاں مختلف صوبوں میں بھیجیں۔

عہد عثمانی میں جمع تدوین کے اسباب محرکات:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حافظ قرآن کے اٹھ جانے اور قرآن کے ضائع ہو جانے کے خطرے سے قرآن کو جمع کروایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن کا سبب اختلاف وافتراق کا خطرہ تھا جس کی وجہ سے عہد صدیقی کے صحائف کو ایک مصحف میں جمع کروایا گیا۔

"عہد نبوی میں جو قبائل اسلام قبول کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ کوئی صحابی روانہ فرماتے تاکہ ان کو قرآن سکھایا جائے یہ روایت صحابہ کے دور میں بھی جاری رہی۔ شام کی فتح کے بعد وہاں کے گورنر یزید بن ابو سفیان نے خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ اہل شام کو فہم دین اور تعلیم قرآن کے لیے معلّمین کی ضرورت ہے تو حضرت ابو درداء، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم کو وہاں معلم بنا کر بھیجا۔[29]

عجمی لوگوں کے لہجوں کے فرق کی وجہ سے اختلاف پیدا ہونا شروع ہوا ۔لب لہجہ کے اختلاف سے مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اس وجہ سے شروع میں اس سے منع نہیں کیا گیا اور لوگوں کو ان کے قبیلے کی زبان کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔ حضرت عمر کی خلافت کے آخری ایام میں ان لوگوں کے لہجوں میں فرق کی خبر ملی لیکن حضرت عمر کی شہادت کی

وجہ سے وہ اس فتنہ کی سر کوبی نہ کرسکے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ اختلاف شدت اختیار کر گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جراءت مندانہ فیصلہ کیا اور انہوں نے قرآن کو ایک لغت میں قلم بند کروایا۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک معلم ایک قراءت کے مطابق تلاوت کرتا تھا اور دوسرا دوسری ،اس طرح جب لوگ آپس میں ملتے تو ایک دوسرے پر اختلاف قراءت کی بنا پر کفر کے فتوے صادر کرنے لگے۔ جب یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو انھوں نے لوگوں سے خطاب کیا کہ تم لوگ میرے پاس ہو کر قرآن کی مختلف قراءت کرتے ہو تو جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ اس سے بھی زیادہ شدید اختلاف قراءت سے دو چار ہوں گے اے اصحاب محمد ! جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے ایک امام لکھو۔"[30]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں 25ھ میں جب آرمینیا اور آذر بائیجان میں بغاوت پھیلی تو شام اور عراق کی فوجیں اس طرف روانہ کی۔ اس دوران اہل عراق اور شامیوں میں اختلاف تلاوت میں فرق پایا گیا جس نے فوج کے لوگوں میں اختلاف کی کیفیت پیدا کر دی یہ اختلاف اس قدر شدید تھا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے خیال کے مطابق جنگ چھڑ جانے کا خطرہ تھا۔ یہ وہی خطرہ تھا جس کا تذکرہ حضرت عثمان سے کیا گیا اور یہ مختلف قرائتیں امت میں انتشار کا باعث بن رہیں تھیں اور اس کی وجہ سے معلّمین پر کفر کے فتوے بھی صادر کیے جانے لگے "كفر بعضهم بعضا" [31]

جب فوجیوں میں انتشار کا خطرہ پیدا ہوا تو حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں بے چینی کو ابن ابی داؤد نے اپنی کتاب المصحف میں یزید بن نخعی سے روایت کیا کہ ولید بن عقبہ کے زمانہ میں وہ ایک بار کوفہ کی مسجد میں تھے وہاں پر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ مسجد میں ایک حلقہ قرآن کی تلاوت میں مشغول تھا ان میں ایک شخص نے کسی آیت کی تلاوت کی اور کہا: قراء عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، دوسرے نے اسی آیت کی تلاوت کی اور اور اس کو کسی اور ڈھنگ سے پڑھا اور کہا: قراء أبي موسىٰ الأشعري رضي اللهه عنه، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو وہ غضب ناک ہوئے اور انھوں نے کھڑے ہو کر تقریر کی:

"هكذا كان من قبلكم اختلفون والله لأركب ألى أمير المومنين"[32]

"تم سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے اسی طرح کیا، اللہ کی قسم میں سوار ہو کر امیر المومنین (عثمان) کے پاس جاؤں گا۔"

حضرت حذیفہ کا یہ کہنا تھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے نالاں ہوئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سخت باتیں سنائیں مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جواباً خاموش رہے اور وہاں سے چلے گئے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے قراء حضرات کو سنت نبوی کے مطابق قراءت کرنے کی تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ قراءت کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اپنے سلف کے طریقوں کے مطابق قرآن کی تلاوت کرو:

"اتقو الله يا معشر القراء وحدوا طريق من كان قبلك" [33]

"اللہ سے ڈرو اور اپنے سلف کے طریقوں کے مطابق قرآن کی تلاوت کرو"

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو اس کی اطلاع دی اور کہا:

"أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى"

"یہود و نصاری کی طرح اللہ کی کتاب میں یہ لوگ جھگڑیں اس سے پہلے اس امت کی خبر لیں"

جب حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس بارے میں حضرت انس بیان کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اہل عراق کے ساتھ مل کر آرمینیا اور آذر بائیجان کے محاذ پر لڑے، وہاں انہوں نے عراقیوں کا قرآن سنا اور ان کی قراءت کو دیکھ کر سخت گھبرائے، مدینہ لوٹے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اے امیر المومنین! اس امت کی خبر لو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امت بھی کتاب اللہ میں اختلاف کا شکار ہو جائے جس طرح عیسائی اور یہودی دو چار ہو چکے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختلاف قراءت سے پیدا کردہ فتنہ کے تدارک کے لیے چار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی اس کمیٹی کا ساتھ بہت سے صحابہ کرام نے دیا اور "مصحف أم" کو سامنے رکھ کر نقول یعنی لکھنے کا کام ہوا۔

"مصحف أم" جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا اس کو منگوایا گیا۔

امیر المومنین نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اپنا مصحف ہمارے پاس بھیج دیں ہم اس کی نقول تیار کر کے (اصل نسخہ) واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے مصحف بھیج دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ انہوں نے نقلیں تیار کیں (زید بن ثابت کے علاوہ باقی تینوں حضرات قریشی تھے)۔[34]

حضرت عثمان نے ان سے کہا اگر کسی لفظ کے بارے میں تمہارا اور زید کا اختلاف ہو جائے تو اسے قریشی لغت کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن انہیں کی لغت کے مطابق نازل ہوا ان علماء کرام نے اس حکم کی تعمیل کی۔

اس کام کے لئے نبی کریم ﷺ کے دور میں لکھے گے اجزاء، حفاظ اور قراء سے بھی مدد لی گئی ہر آیت کو لکھتے ہوئے اس کے انداز تحریر اور رسم الخط کی حفاظ تصدیق کرتے اور پھر اس کو ضبط تحریر میں لاتے۔ اگر اس دوران لکھنے والوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تو اس کو اہل زبان کی لغت میں تحریر کیا جاتا مثلاً لفظ "تابوت" کے بارے میں اختلاف ہوا، حضرت زید نے اسے "تابوہ" لکھنا چاہا متعدد صحابہ کرام سے اس کی تصدیق کی آخر کار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اسے "تابوت" لکھا جائے کیونکہ قریش اسے اسی طرح بولتے تھے۔[35]

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم مصاحف نقل کر رہے تھے تو سورہ احزاب کی ایک آیت نہ پائی جیسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوا تھا ہم نے اسے تلاش کیا تو ہمیں خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس ملی جو یہ تھی: "من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه" "ان مومنین میں سے ہیں جنہوں نے وہ سچ کر دکھایا جس کا اللہ سے وعدہ کیا تھا" ہم نے اسے (سورہ احزاب میں) اس کے مقام پر درج کر دیا"[36]

جب یہ کام مکمل ہوا اور مصاحف لکھے جا چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین کا مصحف ان کو واپس بھیج دیا

اور لکھے ہوئے مصاحف کا ایک ایک نسخہ ہر ملک کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ یہ فرمان جاری کیا کہ ان نسخوں کے علاوہ جہاں جہاں قرآن حکیم لکھا ہوا ملے اسے نظرِ آتش کر دیا جائے۔

ان مصاحف کی تیاری میں تقریباً پانچ سال کا عرصہ لگا جو کہ 25ھ سے 30ھ تک محیط ہے اس دوران کام مسلسل جاری رہا اور اس طرح سات نسخے تیار کیے ایک نسخہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں رکھا اور باقی کو شام، مصر، بصرہ، مکہ مکرمہ اور یمن میں بھجوا دیا۔[37]

باقی نسخوں کے بارے میں مختلف روایات ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان نسخوں کو جمع کیا اور نظرِ آتش کر دیا لیکن علامہ ابن حجر کی رائے کے مطابق انہوں نے ان نسخوں کو جلایا نہیں تھا بلکہ ان کے استعمال پر پابندی لگا دی تھی: حضرت عثمان کی نسبت یہ روایت کیجاتی ہے کہ قرآن کے متفرق و مختلف اجزاء ان کے حکم سے جلا دیئے گئے جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی بڑے وثوق اور تصریح کے ساتھ لکھتے ہیں کہ "في رواية الأكثر أن يخرق بالخاء المعجمة و هو أثبت" یعنی اکثر روایتوں میں "یحرق" کی جگہ جس سے جلانے کا ثبوت دیا جاتا ہے " یخرق" خائے ثخذ سے وارد ہوا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قرآن کے غیر مرتب نسخے خرقہ کی طرح لپیٹ کر رکھ دئے جائیں یعنی اب ان سے کام نہ لیا جائے۔[38]

صحابہ کرام کی اکثریت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کام کو سراہا اور نسخوں کو تلف کر دینے کے بارے میں کسی نے اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تائید کی ہے وہ فرماتے ہیں:

> "أيها الناس! إياكم و الغلو في عثمان، تقولون حرق المصاحف، والله ما حرقها إلا عن ملامن أصحاب محمدﷺ ولو وليت مثل ما ولى لفعلت مثل الذى فعل"[39]
>
> "اے لوگوں عثمان کے بارے میں حد سے نہ بڑھو تم کہتے ہو کہ انہوں نے مصحف جلا دیے بخدا! انہوں نے یہ کام اصحاب محمد ﷺ کی ایک جماعت کے مشورہ سے کیا اگر مجھے بھی وہی اختیارات حاصل ہوتے جو انہیں حاصل تھے تو میں بھی وہی قدم اٹھاتا جو انہوں نے اٹھایا تھا۔"

جمع تدوین پر مستشرقین کے اعتراضات:

اسلام کی اشاعت اور فتوحات کے نتیجہ میں اسلامی سلطنت کی حدود میں اضافہ ہوا اور قسطنطنیہ بھی فتح ہوا تو اہل مغرب اور مسلمانوں کے درمیان طویل کشمکش شروع ہو گئی جب تک مسلمان خلافت کے نظام کے تحت رہے اس وقت تک تو اہل مغرب مسلمانوں کے خلاف کوئی محاذ آرائی نہ کر سکے لیکن جب عثمانی خلافت مغرب کے ہاتھوں ختم ہوئی تو مغرب نے نہ صرف مسلمانوں کے وسائل کو لوٹا بلکہ ان کے عقائد، نظریات، تہذیب و ثقافت کو بھی متاثر کیا۔

دسویں صدی میں جب مسلمانوں کو اہل یورپ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا تو یورپ کے اہل علم نے اس نئے دین کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کی درس و تدریس شروع کر دی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا باقاعدہ آغاز 18 صدی عیسوی 1925ء سے شروع ہوا اور سب سے پہلے مستشرق یوحنا دمشقی نے اسلام کے خلاف دو کتابیں "محاورة مع المسلم" اور

"ارشادات النصاری فی جدل المسلمین" لکھیں۔[40]

ان مستشرقین نے قرآن کے خلاف نئی نسل کی تشکیک کرنے کی کوشش کی اور ان کو انکے دین سے متنفر کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کے خلاف ان کی یہ مہم مختلف ادوار میں جاری رہی۔ ان کے مختلف گروہوں کو مختلف نام دیے گے جیسے استشراق اور مستشرقین وغیرہ۔ بیسویں صدی 1962ء کا دور استشراق کے عروج کا زمانہ ہے۔ ان مستشرقین نے نبی کریم ﷺ کی ذات، وحی اور تدوین قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کیے اور اس بات کو ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے۔

تدوین قرآن کی تاریخ واضح ہے اور حفاظت قرآن کے سلسلے میں جو دلائل موجود ہیں وہ پہلے دن سے لے کر آج تک وہی ہیں لیکن مستشرقین نے اسلام کو مشکوک بنانے کے لیے جہاں قرآن کے بارے میں اعتراضات کیے وہاں اس کی تدوین کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا کیونکہ اہل مغرب یہ بھانپ گے تھے کہ جب تک مسلمانوں کا تعلق قرآن سے جڑا رہے گا وہ اس وقت تک دین اسلام سے متنفر نہیں ہو سکتے اس لیے انہوں نے اعترضات شروع کیے۔ اہل مغرب کے اس خیال کو ولیم جیفرڈ بالگراف ان الفاظ میں بیان کیا:

"جب قرآن اور مکہ کا شہر نظروں سے اوجھل ہو جائے گا تو پھر ممکن ہے کہ ہم عربوں کو اس تہذیب میں آہستہ آہستہ داخل کر سکیں جس تہذیب سے محمد ﷺ اور ان کی کتاب کے علاوہ کوئی بھی ان کو روک نہیں سکتا"[41]

قرآن نبی کریم ﷺ کے دور میں لکھا ہوا موجود تھا لیکن مستشرقین نے یہ دعوی کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت زید بن ثابت کی نگرانی میں قرآن جمع کر کے ایک مصحف میں لکھا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کو قریش کے لغت کے مطابق مدون کیا گیا وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن عہد نبوی ﷺ میں لکھا نہیں گیا۔ مستشرقین صحابہ کرام کی صلاحیت پر شک کرتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کو من عن محفوظ نہ رکھ سکے مستشرقین کے ایک گروہ کا یہ بھی خیال ہے کہ قرآن میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور اس کا ذمہ دار انہوں نے صحابہ کو قرار دیا ہے ولیم میور لکھتا ہے:

"نبی کریم کے دور میں قرآن لکھا ہوا موجود تھا لیکن عہد فاروقی میں ابو بکر نے اس میں تبدیلیاں کر دیں"[42]

احادیث مبارکہ سے یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کاتب وحی کو قرآن کی املا کراتے تھے تو اس کے ساتھ آپ ﷺ انہیں یہ بھی ہدایت فرماتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورۃ میں لکھ دیا جائے۔ جامع ترمذی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"نبی کریم ﷺ پر بعض اوقات ایک سے زیادہ آیات نازل ہوتیں تھیں اور جب قرآن کا کچھ حصہ نازل ہوتا تو آپ ﷺ کاتب وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں شامل کر دو اور کبھی ایک آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ دو"[43]

جبکہ مستشرقین نے اس حدیث مبارکہ کے خلاف بیان دیا مشہور مستشرق ارتھر جیفری قرآن کی حفاظت کو مشکوک بنانے کے لیے کہا:

The Quran is the scripture of Islam .It is called the Noble Quran the Glorius Quran, the Mighty Quran , but never the Holy Quran save by modren Western

education Muslim who are imtating the title Holy Quran Bible ,It contains the substance of Muhammad ؑs deliverances during the twenty old years of his public ministry, It is clear that he had been preparing a book for his community which would be for them what the old testament was for the Jews and the new testament for the Christian but he died before his book was ready and we have in the Quran is what his followers were able to gather after his death and issue as the corpus of his a revelations.[44]

"قرآن اسلامی صحیفہ ہے اسے قرآن مجید اور قرآن عظیم وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے لیکن اسے قرآن پاک نہیں کہا جاتا۔ کچھ جدید دور کے مغرب کے تعلیم یافتہ مسلمان پاک بائبل کی نقل کرکے اسے قرآن پاک کہتے ہیں۔ یہ کتاب محمد ﷺ کے بیس سالہ دور نبوت کے بیانات کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اپنی امت کے لئے ایک کتاب تیار کر رہے تھے۔ جس کی آپ کی امت کے نزدیک وہی حیثیت ہو گی جو یہودیوں کے نزدیک عہد نامہ قدیم کی ہے اور عیسائیوں کے نزدیک عہد نامہ جدید کی ہے لیکن کتاب کی تکمیل سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا اور آج قرآن میں جو کچھ ہے جس کو آپ کے پیروکار آپ کے انتقال کے بعد جمع کرنے میں کامیاب ہوئے اور انہیں نے اسے آپ کے الہامات کے طور پر جمع کیا"

عیسائی مبلغین نے بھی قرآن کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا کہا اور اس کی جمع تدوین اور اس کے متن کے حوالے سے بہت سے اعتراضات کیے۔اس سلسلے میں جرمن نژاد پادری فنڈر 1839ء میں برصغیر آیا اور اس نے اپنی کتاب میزان الحق میں لکھا:

"مسیحی لوگ شہادت کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے اور جو قرآن اب محمدیوں کے پاس موجود ہے وہ اصل قرآن نہیں ہے کیونکہ اسے پہلے ابو بکر نے اکٹھا کیا اور مدون کروایا اور اس کے بعد عثمان نے دوبارہ ملاحظ کرکے اس کی اصلاح کی اور مدون کرایا۔"[45]

قرآن کے نزول کے ساتھ ہی نبی کریم ﷺ نے اس کی کتابت کا اہتمام کیا۔اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے قرآن کے متن کو غیر معتبر قرار دیا اور اپنے نقطہ نگاہ کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ایک دوسرے مستشرق HAR Gibb نے کہا کہ قرآن نبی کے دور میں مکمل نہیں لکھا گیا :

"It seem possible that the work of complition was begun in his life, but it was completed some year after his death"[46]

"یہ بات ممکن معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کی تالیف کا کام آپ کی زندگی میں شروع ہو گیا تھا لیکن اس کی تکمیل آپکے انتقال کے کچھ عرصے کے بعد ہوئی"

مار گولیتھ نے بھی کہا کہ نبی کریم کے ﷺ دور میں قرآن لکھا ہوا نہیں تھا اس کی دلیل وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن

میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن کے مضامین اور الفاظ ایسے ہیں جو آپس میں ملتے جلتے ہیں گویا حضور ﷺ کو یاد نہیں رہتا تھا کہ انہوں نے اس سے قبل قرآن میں کیا شامل کروایا تھا۔ اس کی مثال وہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ایک سو چالیس (140) اور سورۃ الانعام کی آیت نمبر اٹھاسٹھ (68) کا حوالہ دیتے ہیں۔ مار گولیتھ کہتا ہے کہ اگر قرآن لکھا ہوا ہوتا تو پہلی وحی کے الفاظ اور دوسری کے الفاظ ایک جیسے نہ ہوتے۔ ان الفاظ کے اختلافات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت محفوظ نہ رہی۔[47]

مار گولیوتھ نے نبی کریم ﷺ کے حافظے کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے وہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھولنے کی عادت تھی جس سے قرآن کی حفاظت کو مشکوک بنانے کی کوشش کی اس کی دلیل وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بناتا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ نے ایک صحابی کو مسجد میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا "اللہ ان پر رحم کرے انہوں نے مجھے ایک ایسی آیت یاد دلادی جو مجھے سے بھول گئی "[48]

آرتھر جعفری مستشرق نے کہا کہ قرآن صرف حافظے میں محفوظ تھا شہدا کی شہادت کی وجہ سے یہ ضائع ہو گیا اس نے اپنے نقطہ نظر کی تائید کے لیے کئی کمزور اور گھڑی ہوئی روایتیں حاصل کی۔ مثال کے طور پر ابن ابی داؤد ابن شہاب سے روایت ہے: "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بہت سارا قرآن نازل ہوا تھا۔ لیکن جنگِ یمامہ میں بہت سے صحابہؓ جنھیں پورا قرآن یاد تھا شہید ہو گئے۔ اس بنا پر قرآن کا خاصا حصہ ضائع ہو گیا اور اسے ضبطِ تحریر میں نہ لایا جا سکا۔"[49]

نبی کریم کے دور میں قرآن پاک کاغذ پر لکھا ہوا نہ تھا بلکہ پورا قرآن مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا جس کی وجہ سے مستشرقین نے یہ اعتراض اٹھایا اور مستشرقین نے ابن شہاب کی روایت سے مدد لی ہے:

"رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور قرآن جمع نہیں ہوا تھا جو کچھ تھا وہ کھجور کی چھال اور تختیوں پر تھا"[50]

مستشرقین کا کہنا ہے کہ قرآن کا جو حصہ نبی کریم ﷺ کے دور میں لکھا ہوا تھا اور جن اشیاء پر لکھا ہوا تھا وہ دیرپا نہیں تھیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی اس بارے میں بیان کرتے ہیں: کچھ عرصہ قبل ہندوستان میں تاڑ کے پتوں پر قرآن لکھنے کا رواج ہوا اور عثمانیہ یونیورسٹی دکن میں مسلم کتب خانہ کے اندر تاڑ کے پتوں پر لکھی ہوئی کتابیں آج بھی موجود ہیں وہ کاغذ سے زیادہ بہتر طور پر محفوظ ہیں اور انہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔[51]

مستشرقین کا کہنا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں سرکاری طور پر قرآن کریم کو جمع و تدوین نہیں کیا گیا بلکہ اس نوعیت کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے جو قرآن کا نسخہ لیا تھا وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کا ذاتی نسخہ تھا سرکاری طور پر تیار شدہ نسخہ نہ تھا۔ نولڈیکے نے عہد عثمانی میں قرآن کو جمع کرنے کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا وہ کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کیا اور اس کے نسخے مختلف علاقوں میں بھیجے اس کام میں انہوں نے کافی حصہ زائل کر دیا یہ کام انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے کیا تھا ۔اس بات کو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"But for the essentially political object of putting an end controversies by admitting Holy one form of the common book of religion and of law , this measure was necessary"[52]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن کی تلاوت کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو ایک قراءت میں مدون کروایا اور باقی تمام نسخہ جات کو جلوا دیا اس کے بارے میں نولڈیکے نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس طرح مصاحف جلوانے سے قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے اور قرآن کے حقیقی متن کے بارے میں جاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ اصل متن کون سا ہے وہ لکھتا ہے:

"Slight clerical errors there may have been though some times in very order"[53]

مستشرقین نے اپنے بیانات سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں قرآن پاک لکھا ہوا نہ تھا اور اس کو عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں مرتب کیا گیا اور جامعین قرآن نے اس میں ضرور ترمیم اور اضافے بھی کیے۔ اس سے انہوں نے مسلمانوں میں دین کے بارے میں شکوک شبہات ڈالنے کی کوشش کی جبکہ معمولی عقل و سمجھ رکھنے والا انسان اس بات سے واقف کہ دور نبوی میں متعدد صحابہ کرام کو قرآن پاک حفظ تھا اور صحابہ کرام اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے مستشرقین بھی ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں قرآن کریم نبی کریم ﷺ کے دور میں لکھا ہوا تھا اور اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔

نتائج بحث:

عہد نبوی میں قرآن کھجور کے ڈنٹھل، پتھر کی تختیوں پر لکھا ہوا موجود تھا۔ آپ ﷺ نے کتابت وحی کے معاملے میں کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی حفاظت اور کتابت کا انتظام کیا۔ کاتبین وحی سامان کتابت کے ساتھ وحی کی کتابت کے لیے خدمت رسول ﷺ میں ہر وقت رہتے۔ فتنہ مرتدین کی وجہ سے جمع تدوین قرآن کا کام عہد صدیق میں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کو یکجا کر کے ایک جلد میں جمع کروایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کی قراءت کے اختلاف کی وجہ سے قرآن کو قریش کے لہجے میں مدون کروایا۔ حذیفہ بن ایمان کے مشورے سے صحابہ کو قرآن کی نکلیں کرنے کے لیے مقرر کیا تاکہ لفظی اختلاف کو ختم کیا جا سکے۔ حفظ کے ذریعے تلفظ کی اور کتابت کے ذریعے رسم الخط کی حفاظت ہوئی۔ جمع تدوین کے بارے میں چند روایات کے راوی کمزور درجے کے ہیں جن کی وجہ سے مستشرقین کو اعتزازات کرنے کا موقع ملا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں قرآن لکھی ہوئی شکل میں موجود تھا مقالہ میں دلائل کے ذریعے مستشرقین کے دعوی باطل کا رد کیا گیا۔ مستند روایات کے ذریعے مستشرقین کے اعتراضات کہ قرآن حافظے میں محفوظ تھا شہداء کی شہادت کی وجہ سے ضائع ہو گیا کی تردید کی ہے۔ مارگولیوتھ نے جو تنقید حضرت محمد ﷺ کے حافظے پر کی اس کا خاتمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے ہوتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1 سورۃ الحجر، ۹

Sūrah al Ḥajar, 9

2 قاسمی، جمال الدین، تفسیر قاسمی، دار الفکر، بیروت۔ طبع دوم، ۱۹۸۷ء، ۱۰: ۷۸

Jamāl al Dīn Qāsmī, *Tafsīr Qāsmī*, (Beirut: Dār al Fikr , 2nd Edition, 1987), 10: 78

[3] الصابونی، محمد علی، صفوۃالتفاسیر، دارالقرآن، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ۲: ۱۰۶

Al Ṣābūnī, Muḥammad ʻAlī, *Ṣafwah al Tafāsīr*, (Beirut: Dār al Qurʼān, 1400), 2: 106

[4] سورۃ حم السجدۃ، ۴۲

Sūrah Ḥāmīm al Sajdah, 42

[5] زرکشی، بدرالدین عینی، البرھان، دارالکتب العلمیۃ، ۱۳۷۶ھ، ۱: ۲۴۲

Al Zarkashī, Badr al Dīn ʻAynī, *Al Burhān*, (Beirut: Dār al Kutub al ʻIlmiyyah, 1376), 1: 242

[6] الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان، دارالتراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ۱:۲۱

Al Zarqānī, Muḥammad ʻAbd al Aẓīm, *Manāhil al ʻIrfān*, (Beirut: Dār al Turāth al ʻArabī, 1415), p: 21

[7] صبحی الصالح، مباحث فی العلوم القرآن، دارالعلم بیروت، ۲۰۱۱ء، ۱: ۲۳

Ṣubḥī Ṣāliḥ, *Mabāḥith fī ʻUlūm al Qurʼān*, (Dār al ʻIlm lil Malāyīn, 2011), p: 23

[8] البخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، باب فضائل قرآن، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۳۹۴ھ، ۱: ۲۴

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, Ḥadīth # 24

[9] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، طبع اول، قاہرہ، ۱۳۹۴ھ، ۱: ۱۸

Al Sayūṭī, *Al Ittiqān fī ʻUlūm al Qurʼān*, (Cairo: 1st Edition, 1394), 1: 18

[10] ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، کتاب فضائل لقرآن، باب جمع القرآن، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ۹: ۱۲

Ibn Ḥajar al ʻAsqalānī, *Fatḥ al Bārī*, (Beirut: Dār al Maʼrifah, 1379), 9: 12

[11] عینی، بدرالدین، عمدہ القاری، شرح صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ۱۴۲۱ھ، ۱۰: ۲۴

Al ʻAynī, Badr al Dīn, *ʻUmdah al Qārī*, (1421), 10: 24

[12] زرکشی، بدرالدین عینی، التنقیع لالفاظ الجامع الصحیح، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ، ۶: ۱۱۱

Al ʻAynī, Badr al Dīn, *Al Tanqīʼ li Alfāẓ al Jāmiʼ al Ṣaḥīḥ*, (Beirut: Dār al Kutub al ʻIlmiyyah, 1424), 6: 111

[13] البخاری، جامع صحیح، باب فضائل قرآن، ۲: ۹۴۸۳

Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Al Bukhārī*, (Damascuss: Dār Ibn Kathīr, 1394), Ḥadīth # 4985

[14] ابن شیبہ، المصحف فی الاحادیث، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۶ھ، ۶: ۵۳

Ibn Abī Shaybah, *Al Muṣannaf*, (Beirut: Dār al Kutub al ʻIlmiyyah, 1396), 6: 53

[15] ابوشامہ، عبدالرحمٰن بن اسماعیل، المرشد الوجیز الی علوم تتعلق بالکتاب العزیز، داراوقف الدیانہ، انقرہ ترکی، طبع دوم، ۱۹۸۶ء، ۱: ۶۳

Abū Shāmah, ʻAbd al Raḥmān bin Ismāʻīl, *Al Murshad al Wajīz*, (Turkey: Dār Waqf al Dayānah, 2nd Edition, 1986), p: 63

[16] ابن کثیر، اسماعیل، ابوالفداء، عمادالدین، فضائل القرآن، دارالاندلس، بیروت، ۱۴۱۶ھ، ۶: ۱۹

Ibn Kathīr, *Faḍāʻil al Qurʼān*, (Beirut: Dār al Unduls, 1416), 6: 19

[17] ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، الغری النضف، ایرانی، ۱۳۵۸ھ، ۲: ۱۱۳

Ibn Wāḍiḥ, Aḥmad bin Abī Ya'qūb, *Tārīkh al Ya'qūbī*, (1358), 2: 113

[18] ابن حجر، فتح الباری، کتاب فضائل لقرآن، باب جمع القرآن، ۹: ۱۴

Ibn Ḥajar al 'Asqalānī, *Fatḥ al Bārī*, 9: 14

[19] ابو شامہ، المرشد الوجیز، ۶۳

Abū Shāmah, *Al Murshad al Wajīz*, p: 63

[20] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ا: ۱۰۰

Al Sayūṭī, *Al Ittiqān fī 'Ulūm al Qur'ān*, 1: 100

[21] ایضاً

Ibid.

[22] ابو شامہ، المرشد الوجیز، ص: ۶۳

Abū Shāmah, *Al Murshad al Wajīz*, p: 63

[23] سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور، الطبعۃ الاولی، قاہرہ، ۱۳۴۳ھ، ا: ۳۰۳

Al Sayūṭī, *Al Durr al Manthūr*, (1343), 1: 303

[24] سیوطی، ، الاتقان، ا: ۸۹

Al Sayūṭī, *Al Ittiqān fī 'Ulūm al Qur'ān*, 1: 89

[25] طبری، جامع البیان، ا: ۵۹

[26] ابو شامہ، المرشد الوجیز، ا: ۷۸

Abū Shāmah, *Al Murshad al Wajīz*, p: 78

[27] کرم بستانی، المجند فی الاعلام، دار المشرق، بیروت، ۱۳۲۷ھ، ص: ۳۹

Karam al Bustānī, *Al Mujnid fil A'l ām*, (Beirut: Dār al Mashriq, 1327), p: 39

[28] صالح الجزائری، تبیان فی مباحث القرآن، دار الفکر، بیروت ۱۹۸۰ء، ۲: ۴۴

Ṣāliḥ al Jazā'rī, *Tibyān fī Mabāḥith al Qur'ān*, (Beirut: Dār al Fikr, 1980), p: 44

[29] ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، تحقیق و نقد محب الدین، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۸۱

Ibn Abī Dāwūd, *Kitāb al Maṣāḥif*, (Makka: 1987), p: 181

[30] صبحی الصالح، مباحث فی علوم القرآن، ا: ۸۱

Ṣubḥī Ṣāliḥ, *Mabāḥith fī 'Ulūm al Qur'ān*, p: 81

[31] صالح الجزائری، تبیان فی مباحث القرآن، ۲: ۷۳

Ṣāliḥ al Jazā'rī, *Tibyān fī Mabāḥith al Qur'ān*, p: 73

[32] ابن ابی داؤد، المصاحف، ۱۳۹۴ھ، ا: ۳۷۳

Ibn Abī Dāwūd, *Kitāb al Maṣāḥif*, (Idārah al Sha'ūn al Islāmiyyah, 1st Edition, 1394), p:

373

[33] ابن مجاہد، ابو بکر بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءت، تحقیق، شوقی ضیف، دار المعارف، مصر، ۱۴۰۰ھ، ۴: ۴۶
Ibn Mujāhid, Abū Bakr bin Mūsa, *Kitāb al Sab'ah fil Qirā'āt*, (Egypt: Dār al Ma'ārif, 4th Edition, 1400), p: 46

[34] البخاری، صحیح البخاری، باب جمع القرآن، ۲: ۷۴۶

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, 2: 746

[35] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ توبہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ، حدیث نمبر: ۳۲۸۰
Al Tirmidhī, *Al Sunan*, (Muṣṭafa Al Bābī al Ḥalabī, 1395), Ḥadīth # 3280

[36] البخاری، صحیح البخاری، باب جمع القرآن، ۲: ۷۴۶

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, 2: 746

[37] ندوی محمد حنیف، مولانا، مطالعہ قرآن، علم و عرفان پبلیشر، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص: ۸۸
Nadwī, Muḥammad Ḥanīf, *Muṭāla'ah Qur'ān*, (Lahore: Ilm-o-Irfan Publishers, 2010), p: 88

[38] عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۲۱

Ibn Ḥajar al 'Asqalānī, *Fatḥ al Bārī*, (Beirut: Dār al Fikr, 1379), 9: 21

[39] ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، دار المعرفہ، بیروت۔ ۱۴۰۸ھ، ۷: ۲۱۸
Ibn Kathīr, *Al Bidāyah wal Nihāyah*, (Beirut: Dār al Ma'rifah, 1408), 7: 218

[40] احمد وہاب، ڈاکٹر، اضواء علی الاستشراق، اقاہرہ، ۱۴۰۰ھ، ص: ۱۳
Dr. Aḥmad Wahhab, *Aḍwā' 'ala al Ishtishrāq*, (Cairo: 1400), p: 13

[41] ثناالله، ڈاکٹر، قرآن اور مستشرقین، اشاعت اکیڈمی، پشاور، سن طبع، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۷
Dr. Sanaullah, *Qur'ān or Mustashriqīn*, (Peshawar: Ishā'at Academy, 2013), p: 17

[42])Noldeke, shetches from Eastren History , Buston , John , P 231, 1866

[43] امام ترمذی، جامع ترمذی، باب التفسیر، سورۃ التوبۃ، ۱۱۰: ۲۲۵

Al Tirmidhī, *Al Sunan*, (Dār al Gharb al Islāmī, 1395), 11: 225

[44])Burton, John,Collection of The Quran,p,116, Cambridge, uni press , 1977

[45] فنڈر، پادری، میزان الحق، پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی لاہور، ۱۸۹۲ء، ۲: ۳۶
Fander, *Mīzān al Ḥaq*, (Lahore: Punjab Religious Book Society, 1892), 2: 36

[46] حافظ محمد زبیر، اسلام اور مستشرقین، مکتبہ رحمتہ اللعالمین، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۸۱
Muḥammad Zubair, *Islām or Mustashriqīn*, (Maktabah Raḥmah lil 'Ālamīn, 2015), p: 181

[47])Marolиouth, The Quran in Encylopeadia of Religion and Ethics, P 542،1885

[48])Margoliouth D.S, Encylopeadia of Religion and Ethics, page, 543

[49] ابن ابی داؤد، تحقیق آرتھر جیفری، کتاب المصاحف، ص: ۳۶

Ibn Abī Dāwūd, *Kitāb al Maṣāḥif*, (Cairo: Maṭba'ah Raḥmāniyah, 2002), p: 23

[50] طبری، جامع البیان عن تاویل القرآن، ۱:۲۸

Al Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr, *Jāmi' al Bayān 'an Ta'wīl al Qur'ān*, (Egypt:), 1: 28

[51] غلام ربانی، مولانا، تدوین قرآن، از افادیت مناظر احسن گیلانی، دہلی، ۱۹۵۱ء، ص: ۴۷

Ghulām Rabbānī, *Tadwīn-e-Qur'ān*, (Delhi: 1951), p: 47

[52]) Encyclopedia of Islamic, page,1073, International academic publisher,1938

[53]) Encyclopedia of Islamic, page,1073 International academic publisher,1938